

قرآن حکیم اور اطاعتِ رسول ﷺ

(تحریر: مفکر اسلام جناب مولانا محمد حنیف ندوی)

قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس میں تشریع و قانون کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان تمام بنیادی مسائل کو بیان کیا گیا ہے جو انسانی زندگی کیلئے ضروری ہیں:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [النحل: ۸۹] ”اور ہم نے آپؐ پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر شے کی وضاحت ہے۔“

﴿وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا﴾ [الانعام: ۱۱۴] ”حالانکہ اس نے تمہاری طرف واضح المطالب کتاب بھیجی۔“

﴿كِتَابٌ أَحْكَمْتُ آيَاتِهِ ثُمَّ فَصَّلْتُ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ [ہود: ۱]

یہ کتاب وہ ہے جس کی آیتیں محکم ہیں اور اللہ حکیم و خبر کی طرف سے یہ با تفصیل بیان کر دی گئی ہیں۔ آئیے ان آیات کی رو سے دیکھیں کہ آنحضرت ﷺ کی اطاعت اور اتباع کس درجہ ضروری ہے، اور آپؐ کے منصب یا فرائض کار میں کیا کیا چیزیں داخل ہیں تاکہ ہر مسلمان صحیح خطوط پر اپنی دینی زندگی کے نقشے کو ترتیب دے سکے، قرآن حکیم کے مطالب و معانی کو سمجھ سکے اور ان کو اپنی عملی زندگی میں سمو سکے.....!! قرآن حکیم نے اس سلسلے میں دو انداز اختیار کیے ہیں۔ اکثر تو اپنی اطاعت کے ساتھ رسولؐ کی اطاعت و پیروی ہی کا ذکر کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ دینی نقطہ نظر سے قرآن کے پہلو بہ پہلو، اسلام اور فقہ و تقنین کا دوسرا سرچشمہ یا مصدر ثانی جس سے ایمان و عمل کے تقاضے مکمل ہوتے ہیں، سنت رسولؐ ہے:

﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِ اللَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ﴾ [آل

عمران: ۳۲] ”کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم مانو، اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو

دوست نہیں رکھتا۔“ ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ [آل

عمران: ۱۳۲] ”اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جاسکے۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا﴾ [النساء: ۵۹] ”مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف پیدا ہو تو اگر اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرو، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مال بھی اچھا ہے۔“

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَأَعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ [المائدہ: ۹۲] ”اور اللہ کی فرمانبرداری، رسول کی اطاعت کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔ اگر منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف پیغام کو کھول کر پہنچا دینا ہے۔“ ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [الانفال: ۱] ”اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ﴾ [الانفال: ۲] ”ایمان دارو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور اس سے روگردانی نہ کرو اور تم سن رہے ہو۔“ ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا﴾ [الانفال: ۴۶] ”اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا، ایسا کرو گے تو بزدل ہو جاؤ گے۔“ ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ﴾ [النور: ۵۳] ”کہہ دیجئے کہ اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول اللہ ﷺ کے حکم پر چلو، اگر منہ موڑو گے تو رسول پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو ان کے ذمہ ہے اور تم پر اس چیز کا ادا کرنا ہے جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پالو گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف احکام الہی کا پہنچا دینا ہے۔“

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ﴾ [محمد: ۳۳] ”مومنو! اللہ کا ارشاد مانو اور پیغمبر کی فرمانبرداری کرو اور اپنے عملوں کو ضائع نہ

ہونے دو۔“ ﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ [مجادلہ: ۱۳] ”اور اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرتے رہو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔“ ﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِين﴾ [التغابن: ۱۲] ”اور اللہ کی اطاعت کرو، اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے۔“

یہ وہ آیات ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان میں دونوں کی اطاعت و پیروی کو یکساں طور سے ضروری ٹھہرایا گیا ہے، یعنی جو اسلوب، انداز اور پیرایہ اظہار، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیلئے اختیار کیا گیا ہے، بعینہ وہی نچ اور طریق اطاعت رسول کی اہمیت کو واضح کرنے کیلئے اختیار کیا گیا ہے۔ اب ان آیات پر ایک نظر ڈالتے چلیے جن میں اطاعت رسول کو مستقل بالذات اور مفرد دین کی اساس اور بنیاد قرار دیا گیا ہے:

﴿مَنْ يَطْعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: ۸۰] ”جو شخص رسول کی پیروی کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی پیروی کی۔“ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [النساء: ۶۴] ”اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے۔“ ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [آل عمران: ۳۱] ”لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور: ۶۳] ”تو جو لوگ آپ کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ ایسا نہ ہو ان پر کوئی آفت آپڑے یا تکلیف والا عذاب نازل ہو۔“ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُوا فِيهَا شِمْرًا بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيَسْلَمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ۶۵] ”آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو آپ فیصلہ کر دیں اس سے اپنے

دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے تسلیم کر لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے۔“

یہ آیات اپنے مفہوم و معنی میں اس درجہ واضح ہیں کہ ہم نے ان کی تشریح و تفسیر کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا ہے، البتہ ان آیات سے جو نکات نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آتے ہیں، ان پر ایک نظر ڈال لینا چاہیے:

- ۱۔ اطاعت رسولؐ، دین کی اتنی اہم اساس ہے کہ اس سے انکار کفر کا مستوجب ہے۔
- ۲۔ اللہ کے رسولؐ کی اطاعت رحمت الہی کے حصول کا واحد ذریعہ ہے۔
- ۳۔ کسی بھی فقہی و دینی مسئلے میں اختلاف رائے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔
- ۴۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے پیغام پر ایمان کے تقاضے اسی وقت پورے ہو سکتے ہیں، جبکہ حضورؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کو حرز جان بنایا جائے۔
- ۵۔ اطاعت رسولؐ کی روح گردانی سے حظ اعمال کا اندیشہ ہے۔
- ۶۔ رسول ﷺ کی اطاعت، اللہ کی اطاعت کے مترادف ہے۔
- ۷۔ ہر پیغمبر اسی لئے مبعوث ہوا ہے کہ لوگ اس کے نقش قدم پر چلیں۔
- ۸۔ محبت الہی صرف ایسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ارشادات و اعمال کی پیروی کی جائے۔
- ۹۔ جو لوگ آپؐ کی تعلیمات کی مخالفت میں سرگرم ہیں، ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔
- ۱۰۔ ایمان اس وقت تک تکمیل پذیر نہیں ہوتا جب تک آنحضرت ﷺ کے احکام و اوامر کو پورے اخلاص سے تسلیم نہ کیا جائے۔

رہا یہ سوال کہ قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کے منصب اور فرائض کار کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا ہے تو اس کو سمجھنے کیلئے نامناسب نہ ہوگا کہ پہلے تصور نبوت سے متعلق ان خیالات و افکار کا اختصار کے ساتھ ذکر کر دیا جائے جو یکسر ملحدانہ اور غلط ہیں۔ درحقیقت اس موضوع میں اصل اشکال یہ ہے کہ نبوت کا مسئلہ خالص دینی ہے اور جب اس کو حل کرنے کیلئے عقل و خرد کی دامن دگی پر اعتماد کیا جائے گا تو اس سے لازماً نبوت کی عظمت و حقیقت پر روشنی نہ پڑ سکے گی اور نہ یہ بات واضح ہو سکے گی کہ انبیاءؑ کی تعلیمات میں، جو ایک طرح کا توافق اور ارتقاء و تسلسل پایا جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ جس طرح سائنس کے مسائل کو غیر سائنسی اصولوں کی روشنی میں حل نہیں کیا جاسکتا،

ٹھیک اسی طرح وہ مسائل جن کا تعلق خالصتاً دین سے ہے، ان کو غیر دینی وسائل و ذرائع کے بل بوتے پر حل کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اس کا کیا کیجئے! بعض لوگوں نے اس کے باوجود اسرارِ نبوت تک پہنچنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ مثلاً کچھ لوگوں نے اسے کہانت کی ترقی یافتہ شکل قرار دیا، حالانکہ نبوت اور کہانت میں کوئی مماثلت نظر نہیں آتی۔ جن لوگوں نے عربی ادبیات میں کاہنوں کے منقولہ اقوال کا مطالعہ کیا ہے، وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جہاں ارشاداتِ انبیاء میں حکمت و دانائی اور رشد و ہدایت کے موتی ضوئِ گلن ہیں، گہرائی اور عمق ہے، وہاں کہانت میں ڈھلے ڈھلائے، بے معنی، اور سطحی جملوں کے سوا کوئی چیز پائی نہیں جاتی۔ کاہن کو انبیاء و رسل سے وہی نسبت حاصل ہے جو زورہ کو آفتاب سے، ان کے اقوال میں نہ صحت و بصیرت کی کوئی جھلک ہے..... نہ زندگی کے مسائل سے متعلق کوئی پیغام و دعوت کا نظام پایا جاتا ہے، نہ اخلاق کو سنوارنے کی تعلیم ہے اور نہ اللہ تعالیٰ سے رشتہ عبودیت استوار کرنے کا کوئی طریق مذکور۔ کیونکہ یہ ساری چیزیں انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

بعض حضرات نے کہا کہ نبوت اس شدید احساس و تاثر کا نتیجہ ہے جو معاشرے میں فکر و نظر کی گمراہیوں کو دیکھ کر ایک ذہین اور حساس مصلح انسان کے دل میں ابھرتا ہے۔ ہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ معاشرے میں مروجہ برائیوں کے خلاف، اصلاح کا جذبہ بعض حضرات کو اس حد تک مجبور کر دیتا ہے کہ وہ ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں لیکن ان کیلئے کیا یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے کو فرستادہ تصور کرنے لگیں اور اپنے خیالات و افکار کو وحیِ تنزیل کا نتیجہ قرار دیں۔

نبوت کی ایک توجیہ نفسیات کے ماہرین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ ایک نوع کی ذہنی بیماری ہے۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص جو ذہنی و فکری لحاظ سے عدم توازن کا شکار ہے۔ متوازن و معقول اور قابلِ عمل نظامِ حیات پیش کر سکے، اعلیٰ اخلاقی و روحانی قدروں کو بیان کر سکے، تہذیب و تمدن کے سانچوں کو ترتیب دے سکے، اور ان تمام گتھیوں کو سلجھا سکے، جن سے معاشرہ دوچار ہے۔ یہی نہیں، خود بھی ایسی پاکیزہ اور بلند زندگی بسر کر سکے، جو دوسروں کیلئے نمونے کی حیثیت رکھتی ہو۔

نبوت کے بارے میں یہ ان لوگوں کی توجیہات تھیں جو ادیان کی صداقت اور سچائی پر یقین نہیں رکھتے اور محض ظن و تخمین کی بنا پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دینی ذہن رکھتے ہیں، لیکن اس کے باوصف انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور اس مسئلے کی تہ تک نہیں پہنچ پائے۔ مثال کے طور پر بعض

حضرات کا یہ کہنا ہے کہ نبوت و ولایت ہی کے اس مقام سے متعلق ایک حقیقت ہے جہاں پہنچ کر مجاہدہ و ریاضت سے سالک کا قلب اس لائق ہو جاتا ہے کہ اس پر وحی و تنزیل کی تجلیات کا انعکاس ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں نبوت اور ولایت میں جو فرق ہے وہ نوعیت کا نہیں، درجے کا ہے۔

ہمارے نزدیک نبوت کی یہ متصوفانہ تعبیر اس وجہ سے غلط ہے کہ قرآن حکیم سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو پاتا کہ منصب نبوت سے بہرہ مند ہونے سے پہلے ہر نبی نے سلوک و معرفت کی وہ تمام منزلیں طے کی ہوں، جن کی صوفیاء نے نشان دہی کی ہے۔ مزید برآں اس سے عقیدہ ختم نبوت کی نفی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوت کسی ہے وہی نہیں۔ یعنی اگر آج بھی کوئی شخص تعلق باللہ کی اس منزل تک رسائی حاصل کر لے جس کو معرفت و سلوک کی اصطلاح میں آخری منزل کہا جاسکتا ہے تو وہ نبوت و رسالت کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہو سکتا ہے۔ حالانکہ کوئی بھی صحیح العقیدہ مسلمان اس کا قائل نہیں۔ نبوت و ولایت میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ نبی وحی و تنزیل کے ذریعے جن حقائق تک رسائی حاصل کرتا ہے وہ تمام تر معرضی ہوتے ہیں اور ولی کے قلب و ذہن پر جو نقوش مرتسم ہوتے ہیں وہ موضوعی ہوتے ہیں اور ان کا تانا بانا، معاشرے کے حالات، اقدار اور تعلیم و تربیت کے اسلوب و منہج سے تیار ہوتا ہے، اور ان میں جو تھوڑی بہت معرفت پائی جاتی ہے، وہ بھی صاف اور واضح نہیں ہوتی بلکہ تعبیر طلب ہوتی ہے۔ ان نقوش و تاثرات کو ہم کشوف تو کہہ سکتے ہیں، وحی نہیں۔ کشوف کی شرعی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ وہ سالک کے ذاتی تجربات ہیں۔ لہذا ہر حال میں ان کی صحت کا معیار یہ ہے کہ آیا یہ کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق ہیں یا نہیں؟ جس طرح ایک مجتہد کا استدلال و استنباط صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی، اسی طرح کشوف میں بھی خطا و صواب دونوں کا امکان موجود ہے، بلکہ علامہ ابن تیمیہؒ کی زبان میں یہ کہنا چاہیے کہ کشف بھی ایک طرح کے اجتہاد ہی سے تعبیر ہے۔

دینی حلقوں میں ایک نہایت محدود اور بر خود غلط حلقہ ایسا بھی ہے جو نبوت و وحی کو اس سے زیادہ اہمیت دینے کیلئے تیار نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی تنزیل کیلئے کسی شخص کو منتخب کر لیتا ہے، تاکہ وہ اس کتاب کے متن اور الفاظ و حروف کو من و عن لوگوں تک پہنچا دے، لیکن اس کے اقوال و تشریحات اور عمل و کردار کیلئے ضروری نہیں کہ وہ بھی وحی و تنزیل کا نتیجہ ہوں۔ لہذا حجت و استدلال کا جہاں تک تعلق ہے اس کا سرچشمہ صرف وہ کتاب ہوگی جو اس پر نازل ہوئی ہے۔ پیغمبر کا عمل اور ارشادات نہیں۔ ان کے نقطہ نظر سے پیغمبر کی حیثیت محض مبلغ اور شارح کی ہے، شارح کی نہیں۔ ان کے ہاں ہر دور کے اہل علم کو یہ حق ہے کہ وہ معاشرے کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنے طور پر کتاب اللہ کی تشریح کریں، شرع و تقنین کے سانچوں کو ڈھالیں۔ دین کی جزئیات اور تفصیلات کو متعین کریں، اور لوگوں کی رہنمائی کا فرض انجام دیں۔

نبوت و رسالت کا یہ گمراہ کن تصور دراصل اس مفروضے پر مبنی ہے کہ وحی الہی کا دائرہ صرف کتاب اللہ تک سمٹا ہوا ہے اور اس کی وسعتیں اور وضو فضائیاں نبیؐ کے اعمال اور ارشادات کو متاثر نہیں کر پاتیں۔ حالانکہ وحی ایسا عمل ہے جو پیغمبر کی پوری زندگی کو اپنی آغوش میں لئے ہوئے ہے، اس لئے پیغمبر دینی حقائق کی تیسین و تشریح کے ضمن میں جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں، اس سے منشاء الہی کی پوری پوری ترجمانی ہوتی ہے، قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ [النجم: ۳-۴] ”اور وہ کوئی

بات خواہش نفس سے منہ سے نہیں نکالتا، وہ تو وحی الہی ہے جو ان کی طرف بھیجی جاتی ہے۔“

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الاحزاب: ۲۱] ”تمہارے لئے اللہ

کے رسولؐ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسولؐ کی متابعت کو دو مختلف اور متضاد خانوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ ایک ہی حقیقت کے دو مختلف اظہار یا پرتو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کتب و صحائف کے ذریعے معاشرے کے مسائل کا حل نازل فرماتے ہیں اور رسولؐ اپنے عمل، کردار اور تشریحات سے وحی و تنزیل ہی کی روشنی میں ان کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ براہ راست وحی کو علماء کی اصطلاح میں وحی جلی کہا جاتا ہے اور اسی کی روشنی اور تاثیر کو وحی خفی..... اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیغمبرؐ کو بھیجا گیا مگر اس پر کوئی متعین کتاب نہیں نازل کی گئی، لیکن اس کے باوجود اس کی پیروی کو ضروری ٹھہرایا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ پیغمبر کی ذات بجائے خود حجت و دلیل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر نبی نے اپنے دور میں کتاب اللہ کی پیروی کے پہلو بہ پہلو اپنی پیروی کی بھی دعوت دی اور لوگوں سے کہا کہ اگر تم نجات اخروی کے طالب ہو تو ہمارے نقش قدم پر چلو۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا:

﴿إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا﴾ [الشعراء: ۱۰۹-۱۱۰]

”میرا صلہ تو اللہ رب العالمین ہی پر ہے، تو اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔“

حضرت ہودؑ نے کہا: ﴿إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا﴾

[الشعراء: ۱۲۵-۱۲۶] ”میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔“

حضرت صالحؑ کا ارشاد ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا﴾ [الشعراء: ۱۴۳] ”سو اللہ سے

ڈرو اور میرا کہا مانو۔“ حضرت لوطؑ کا کہنا ہے: ﴿إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ﴾

[الشعراء: ۱۲۶] ”سواللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔“ حضرت حضرت شعیبؑ نے اسی پیرایہ بیان میں بن کے رہنے والوں سے فرمایا: ﴿إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا﴾ [الشعراء: ۱۷۸-۱۷۹] ”میں تو تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، سواللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔“ حضرت مسیحؑ نے ان الفاظ میں بنی اسرائیل کو اپنی بعثت کے مقصد سے آگاہ کیا: ﴿قَدْ جَنَّتْكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأَبِين لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ فِيهِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا﴾ [الزخرف: ۶۳] ”میں تمہارے پاس دانائی لے کر آیا ہوں، نیز اس لئے کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو، تم کو سمجھا دوں۔“

آئیے! اب یہ دیکھیں کہ ان توجیہات و تصورات کے مقابلے میں قرآن حکیم نے نبوت کا کیا تصور پیش کیا ہے؟ ہم پوری ذمہ داری سے کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم نے واضح اور غیر مبہم انداز میں اس حقیقت کی پردہ کشائی کی ہے کہ رسالت و نبوت کا تعلق یکسر فیضان ربوبیت سے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے یوں ہی نہیں چھوڑ دیا ہے کہ عقل و خرد کی وادیوں میں بھٹکتا پھرے، بلکہ انبیاء و رسل کو بھیج کر اس کی رہنمائی کی ہے:

﴿قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى﴾ [طہ: ۵۰] ”(موسیٰ) نے کہا ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔“

اس لئے کہ انسانی عقل و تجربہ بہر حال محدود و ناقص ہے، اس میں یہ استعداد نہیں پائی جاتی کہ وحی و تنزیل کی روشنی سے بے نیاز رہ کر تہذیب و تمدن کی گتھیوں کو کامیابی سے سلجھا سکے اور اپنے لئے ایسی راہ عمل کا تعین کر سکے، جس پر گام فرسا ہو کر یہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکے اور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کر سکے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا یہ طریق رہا ہے کہ ہر دور میں تسلسل کے ساتھ ایسے اشخاص منتخب کر کے مبعوث فرمائے جو دنیا، اخلاقی اور روحانی طور سے اس طرح کامل ہوں اور اس لائق ہوں کہ انسان کو ضلالت اور گمراہی کی پستیوں سے نکال کر رشد و ہدایت کے فرازوں تک پہنچا سکیں، قرآن حکیم میں ہے: ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ [الأنعام: ۱۲۴] ”اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ کسے منصب نبوت سے نوازے۔“

نبوت و رسالت کی ذمہ داریاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں تاکہ یہ لوگ خیر و خوبی کے قافلوں کو آگے بڑھا سکیں اور شر و برائی کے قلع قمع کرنے میں مدد و معاون ثابت ہو سکیں۔ اس مضمون کو قرآن نے

متعدد مقامات پر بیان کیا ہے، جس سے یہ بات نکھر کر فکر و نظر کے سامنے آ جاتی ہے کہ نبوت و رسالت کا تعلق اللہ کی تدبیر اور نظام ربوبیت سے ہے۔ انسانی ماحول، معاشرے، استعداد یا مجاہدہ و ریاضت سے نہیں۔

﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ﴾
[البقرہ: ۲۱۳] ”پہلے تو سب لوگوں کا ایک مذہب تھا لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے تو اللہ نے ان کی طرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے پیغمبر بھیجے۔“

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾ [آل عمران: ۱۶۳]
”اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں اور انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا۔“

اسی مفہوم کو ادا کرنے کیلئے انبیاء کیلئے رسل کا لفظ بھی استعمال کیا ہے: ﴿لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَآئِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رَسُولًا﴾ [المائدہ: ۷۰] ”ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر ارسال کیے۔“

آنحضرت ﷺ کے بارے میں خصوصیت سے ارشاد فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكُفًى بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ [الفتح: ۲۸]
”وہی ذات تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے اور حق ظاہر کرنے کیلئے اللہ ہی کافی ہے۔“

اسی نظام ربوبیت کی آخری کڑی آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی ہے اور آپ کے فرائض کار میں تین چیزیں داخل ہیں: (۱) تعلیم و تبلیغ (۲) تزکیہ (۳) تبیین

جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بیک وقت معلم و مبلغ بھی ہیں اور کتاب اللہ کے شارح اور مفسر بھی۔ تعلیم و تبلیغ سے مراد یہ ہے کہ آپ امت کو دین کے بنیادی حقائق سے آگاہ کریں۔ اس کے ذہنی افق کو بلند کریں اور فکر و نظر کی صلاحیتوں کو اس طرح جلا دیں کہ اللہ کی کائنات اور انسان سے متعلق امت ان تمام معلومات سے بہرہ مند ہو سکے، جس پر تہذیب و تمدن اور ارتقاء اور تعمیر منحصر ہے۔

تزکیہ سے یہ مقصود ہے کہ آپ اپنے روحانی فیوض اور اسوۂ حسنہ سے امت کے اخلاق و کردار کو سنواریں، ان میں انسانی فرائض کا احساس پیدا کریں۔ ہمدردی، محبت اور تعاون و خیر سگالی کے جذبات کی پرورش کریں اور

یہ بتائیں کہ انفرادی و اجتماعی سطح پر تقویٰ، پرہیزگاری اور تعلق باللہ کی منزلوں کو کیونکر کامیابی سے طے کیا جاسکتا ہے؟
تیسرے کے معنی یہ ہیں کہ قرآن حکیم میں فرائض و اعمال کے بارے میں جو کچھ بھی مذکور ہے اس کی وضاحت اپنے قول و عمل سے کریں اور جہاں جہاں بھی تشریح طلب و احکام مذکور ہیں وہاں ان کی تشریح کریں اور امت کو پوری پوری تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔ مثلاً یہ کہ مسلمانوں پر شب و روز میں کتنی نمازیں فرض ہیں، قیام، رکوع اور سجود میں کیا پڑھنا چاہیے، مناسک حج کیا کیا ہیں، نکاح، طلاق اور بیوع یا معاملات سے متعلق آیات کا کیا مفہوم ہے.....؟؟

رسول اللہ ﷺ کے منصب اور فرائض کار کے بارے میں ہم نے جو تجزیہ پیش کیا ہے اس کی تائید ان آیات سے ہوتی ہے: ﴿کَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرة: ۱۲۹] ”مُجْمَلہ اور نعمتوں کے جس طرح ہم نے تم میں، تم ہی میں سے ایک رسول بھیجے ہیں جو تم کو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہیں پاک بناتے اور کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔“ ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا نَزَّلَ الْيَك مِنْ رَبِّكَ﴾ [المائدہ: ۶۷] ”اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے سب کا سب پہنچا دیجئے۔“ ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ﴾ [المائدہ: ۱۵] ”اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آ گئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب الہی میں سے چھپا رکھتے تھے، وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کر بتا دیتے ہیں۔“ ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نَزَلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [اعل: ۴۴] ”اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے تاکہ جو ارشادات لوگوں پر نازل ہوئے ہیں وہ ان پر کھول کر بیان کر دیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔“ ﴿ثُمَّ ان عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ [البقرہ: ۱۱۹] ”پھر اس کے (یعنی قرآن) کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔“

قرآن حکیم نے جس طرح تصور نبوت و رسالت کو نکھارا اور بیان کیا اور جس انداز سے آنحضرت ﷺ کی اطاعت و اتباع کو ضروری ٹھہرایا، اسی کا یہ نتیجہ اور فیض تھا کہ مسلمانوں نے ہر دور میں نہ صرف آپ کے نقوش قدم کی پیروی کی سعادت حاصل کی بلکہ ان نقوش کو اجاگر بھی کیا اور ان کی حفاظت و صیانت کا اہتمام بھی کیا۔